بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

پاکستان بہتوں کے علی الرغم وجود میں آیا اور بہتوں کے علی الرغم بفضل اللہ قائم ہے۔ وہ عناصر جن کی نگاہوں میں پاکستان کا وجود کھٹکتا تھا روزِ اوّل سے اس کوشش میں لگے رہے کہ کسی نہ کسی طرح پاکستان کو نقصان پہنچائیں۔ اور اگر داؤ لگے تو خدا نکردہ اس کے وجود ہی کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں۔ ان پاکستان دشمن عناصر کی معاندانہ سرگرمیوں کی وجہ سے پاکستان کو نت نئے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا رہا۔ ان کی فتنہ پردازیوں نے ہمیں کبھی چین سے نہ رہنے دیا اور وطن عزیز آئے دن طرح طرح کی مشکلات سے دوچار ہوتا رہا۔ جب سے پاکستان قائم ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک دیکھا جائے تو فتنوں کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے۔ لیکن گزشتہ دنوں جس قسم کے حالات رونما ہوئے وہ اتنے سنگین ہیں کہ ان کے آگے پچھلے تمام واقعات ہیچ نظر آتے ہیں۔ پاکستان کی وحدت بقا اور سالمیت کو ایسا شدید خطرہ کبھی لاحق نہیں ہوا جیسا کہ اب ہے۔ ہر چند کہ بروقت اقدام سے حالات پر قابو پا لیا گیا ہے۔ پھر بھی ایمن نشینی کا وقت نہیں۔ پاکستان کی موجودہ حکومت اور عوام کو پیش آمدہ حالات کا بے لاگ اور صحیح تجزیہ کرکے ان اسباب و عوامل کا کھوج لگانا چاہیئے جن کے باعث یہ حالات رونما ہوئے ہیں۔ اور اس کے بعد ان کے ازالہ کے لئے ایسی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں جن سے ہمیشہ کے لئے ان فتنوں کا سدباب ہو جائے۔ یہ فتنے دوبارہ سر نہ اٹھا سکیں اور پاکستان کی اجتماعی زندگی صحیح خطوط اور صحت مند اقدار پر اس طرح تعمیر ہو کہ آئندہ آپ سے آپ فتنوں

کا قلع قمع ہوتا رہے ۔ بے شک پاکستان کے لئے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ مشرقی پاکستان کا المیہ پاکستانی قوم کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے ۔ یہ درست ہے کہ اس میں دشمنانِ پاکستان کی شرانگیزیوں کو زیادہ دخل ہے لیکن یہ بھی غلط نہیں کہ ہماری کوتاہیوں کا بھی اس میں ہاتھ ہے۔ اصلاحِ حال کے لئے جہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اغیار اور اعدائے پاکستان کی طرف سے چوکنے رہیں۔ وہاں یہ بھی لابدی ہے کہ ہم اپنی کوتاہیوں کا بھی تنقیدی نظر سے جائزہ لیں۔ یہی ایک راستہ ہے، من حیث القوم ہماری نجات اور ہماری فلاح و بہبود کا۔ حقائق سے روگردانی یا واقعات سے چشم پوشی کرکے ہم ان خطرات کا دفعیہ نہیں کر سکتے ، جو پاکستان کے افق پر منڈلا رہے ہیں ۔

جسم کی سطح پر پھوڑوں پھنسیوں کی نمود فسادِ خون کی علامت ہے۔ اس موقع پر علاج کے دو طریقے بالعموم اختیار کئے جاتے ہیں۔ ایک طریقہ بیرونی علاج کا ہے دوسرا اندرونی علاج کا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مستقل اور دیرپا نتیجہ صرف اسی صورت میں برآمد ہو سکتا ہے جبکہ اندرونی علاج کے ذریعے خون سے فاسد مادے کا اخراج کیا جائے ہمیں اس حقیقت کے اعتراف میں بخل، تعصب یا تنگ نظری سے کام نہیں لینا چاہیئے کہ ہمارے قومی وجود میں سمیت پیدا ہو چکی ہے۔ ہم اپنے قومی وجود کا کوئی حصہ کاٹ کر پھینک دیں تو بھی مطلوبہ تندرستی کی توقع عبث ہے۔ جسم کے کسی عضو کا آپریشن بھی ایک علاج ہے۔ مگر یہ علاج وہاں سودمند ثابت ہوتا ہے جہاں کوئی عضو ماؤف ہو گیا ہو لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا یہاں فساد ہمارے خون میں ہے۔ زہر ہمارے پورے وجود میں سرایت کر چکا ہے اس لئے کسی جزوی علاج سے کلی صحت کی امید کرنا امید موہوم سے زیادہ نہیں۔

پاکستان کی وحدت اور سالمیت کی باتیں تو سبھی کرتے ہیں اور اگر صد فیصد نہیں تو کم از کم ملک کی بھاری اکثریت نیک نیتی کے ساتھ دل سے چاہتی ہے بلکہ فکرمند ہے کہ ان کا وطن کس طرح آفات و بلیات سے محفوظ رہے۔ لیکن اس بات کا بہت کم لوگوں کو ادراک حاصل ہوگا کہ اس خواہش کے تقاضے کیا ہیں اور ان تقاضوں کو بروئے کار لانے کے طریقے کیا ہیں۔ اس وقت پاکستان کی وحدت کو جو خطرہ درپیش ہے وہ بیرونی نہیں،

اندرونی ہے۔ یہ اندرونی انتشار ہی ہے جس کو دیکھ کر بیرونی عناصر کے حوصلے بڑھ رہے ہیں۔ اور مختلف بیرونی طاقتیں اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے جوڑ توڑ میں لگی ہوئی ہیں۔

کسی ملک کی وحدت اور سالمیت کا راز اس قوم کے اتحاد و اتفاق، فکر و نظر کی یکسوئی اور یکجہتی میں مضمر ہے جو اس ملک میں بستی ہے۔ اُس ملک کا شیرازہ بکھر کر رہتا ہے جس کے باشندے اختلاف و افتراق کا شکار ہوں۔ عمرانیات کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اجتماعی شیرازہ بندی کے لئے ہر معاشرہ اپنے سامنے ایک ایسا نصب العین رکھنا ضروری سمجھتا ہے جس کا احترام بلا امتیاز سب کے دلوں میں جاگزیں ہو اور جس کے حصول کے لئے قوم کا ہر فرد بقدر استطاعت و حسب توفیق کوشاں ہو، جس کی وقعت دلوں میں اس طرح راسخ ہو کہ وقت آنے پر لوگ پروانہ وار اس کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر سکیں۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ پاکستانی قوم کے سامنے عملاً ایسا کوئی اعلیٰ و ارفع مقصد نہیں۔ اس لئے اس وقت سب سے اہم اور بنیادی ضرورت یہ ہے کہ اخلاص و نیک نیتی کے ساتھ ہم اپنے سامنے اس نصب العین کو ایک زندہ حقیقت کی حیثیت سے پیش نظر رکھیں جس کے بغیر ہمارا قومی وجود بے معنی ہے۔ اس کی تصریح کی ضرورت نہیں کہ جب تک ہم مسلمان کہلانے کے مدعی ہیں۔ ہمارا نصب العین اسلام اور صرف اسلام ہے۔ اسلام کے ابدی اور آفاقی اصول ہی ہمارے ہر درد کا درماں ہیں۔ اسلام کی تعلیمات ہمیں اخوت، مساوات، ہمدردی اور اخلاص کا درس دیتی ہیں اور یہی وہ اقدار ہیں جو قومی تعمیر میں گارے چونے کا کام کرتی ہیں۔ جب کسی قوم کے بُرے دن آتے ہیں تو یہ اور اس قسم کی دوسری اعلیٰ اقدار رفتہ رفتہ اس قوم کی عملی زندگی سے رخصت ہو جاتی ہیں اور وہ قوم انتشار، بدنظمی، افراتفری اور ابتری کا شکار ہو جاتی ہے۔ فطرت کے قانون اٹل ہیں ان میں کبھی کسی کے لئے تغیر و تبدل نہیں ہوتا جو لوگ فطرت کے تقاضوں کو سمجھ کر فطرت کے اشاروں پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہوتے وہ پایانِ کار گھاٹے میں رہتے ہیں۔ قدرت کا یہ ایک غیر متبدل اصول ہے کہ اخلاقِ عالیہ کے بغیر کوئی معاشرہ یا انسانی گروہ کارزارِ ہستی میں آگے بڑھنا تو کجا اپنا وجود بھی زیادہ عرصہ تک برقرار نہیں رکھ سکتا۔ فطرت مہربان ہے اس لئے ایک حد تک ڈھیل دیتی ہے جس کو غلطی سے کچھ اور سمجھ

لیا جاتا ہے۔ اتمامِ حجت کے بعد قانونِ مکافات اپنی پوری سرعت کے ساتھ حرکت میں آتا ہے اور تقدیر کا قاضی اپنا فتویٰ صادر کرکے انجام کے فرمان پر مہرِ تصدیق ثبت کر دیتا ہے۔ پھر نہ توبہ قبول ہوتی ہے نہ اصلاح کا موقع باقی رہتا ہے۔ گزشتہ چوبیس سال کی تاریخ نے ہمیں اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ اس کے آگے امید و بیم کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔

من حیث القوم ہم اپنا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں منافقت اور فکر و عمل کے تضاد کا دَور دورہ ہے۔ اخلاقی اقدار پامال ہو چکی ہیں۔ ہمارے عقائد یکسر فاسد ہو چکے ہیں۔ وہ کلمہ جامعہ جو ہمیں ایک مرکز پر جمع کرکے متحد و متفق رکھ سکتا تھا ہمیں یاد نہیں رہا۔ دین جس کے اتباع میں ہماری دنیوی اور اخروی سعادت و کامرانی کا راز پوشیدہ ہے ہماری عملی زندگی ہی سے نہیں۔ فکر و نظر کی حدود سے بھی خارج ہوتا جا رہا ہے۔ ہم مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ساتھ ہی دیانت داری سے ایسے نظریات کے بھی حامی ہیں جو اسلام کے عین ضد ہیں اور ہماری قوم کا ایک عنصر اسلام کو نظر انداز کرکے اس قسم کے نظریات کی تبلیغ اور عملی تنفیذ کے لئے تندہی کے ساتھ کوشاں ہے۔ ہماری بڑی بدنصیبی یہی ہے کہ ہم خود اپنے نہیں رہے۔ ہم کو نہ اس بات کا شعور ہے کہ ہم کیا ہیں نہ اس امر کا احساس ہے کہ ہمارے وجود کی غرض و غایت کیا ہے۔ جب کوئی قوم اپنے اعلیٰ مقاصد اور عظیم تر نصب العین سے منحرف ہو جاتی ہے تو اسے فتنوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ اس کی تعمیری صلاحیتیں دب جاتی ہیں اور تخریبی قوتیں اوپر آکر اپنا کام شروع کر دیتی ہیں۔ نتیجۃً صلاح و فلاح کی جگہ شر و فساد کی کارفرمائی شروع ہو جاتی ہے۔ اس وقت پاکستانی قوم کچھ اسی قسم کے حالات سے دوچار ہے۔

اب بھی وقت ہے قوم کے سلیم الفطرت صحیح الخیال، صاحب نظر لوگوں کو چاہئے کہ وہ اٹھیں اور منزل کا تعین کرکے صحیح سمت میں سفر کا آغاز کریں۔ یہی ایک طریقہ ہے امن و سلامتی کا، یہی ایک راستہ ہے مصائب کے گرداب سے نکلنے کا، یہی ایک ذریعہ ہے ہماری بقا کا۔